

ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 5 No. 01 Jan- March, 2026.Page#8467-8477
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Fiqh al Maʾālāt and Contemporary State Decision Making in the Light of the Treaty of Hudaybiyyah: A Juristic and Applied Study

صلح حدیبیہ کی روشنی میں فقہِ مآلات اور معاصر ریاستی فیصلہ سازی: ایک اصولی و تطبیقی مطالعہ

Dr. Muhammad Jamshaid
Assistant Professor, Department of Basic Sciences & Humanities, CECOS University, Peshawar, Pakistan
jamshed@cecos.edu.pk
Inayat ur Rehman
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, HITEC University Taxila, Pakistan
inayat.ur.rehman@hitecuni.edu.pk
Khaleel ur Rehman
PhD Scholar Department of Islamic Studies HITEC University. Taxila, Pakistan
abuaashi82@gmail.com

Abstract
The Treaty of Hudaybiyyah is a significant episode in the Prophetic biography, demonstrating how a settlement that appeared difficult in the short term could create wider opportunities for peace, communication, and the consolidation of the Muslim community. This article examines the treaty through the framework of fiqh al maʾālāt the juristic consideration of the anticipated consequences of actions and decisions. It seeks to identify the relevant principles from the Qur'an, Prophetic traditions, and classical legal theory, while distinguishing between legitimate prospective reasoning and retrospective interpretations based on outcomes known only later. The study adopts an analytical and inductive approach to explore the treaty's implications for contemporary state policy, peace agreements, and conflict resolution. It argues that anticipated consequences may inform juristic preference and public policy where they are assessed through credible evidence, proportional consideration of benefits and harms, and conformity with the objectives and constraints of Islamic law. However, the principle does not authorize the violation of clear legal obligations or the disregard of justice and rights merely in the name of public interest. The article proposes a disciplined framework for evaluating state decisions that integrates immediate circumstances, foreseeable long-term effects, legal and ethical limits, and mechanisms for review.

Keywords: Treaty of Hudaybiyyah, fiqh al maʾālāt, maqāṣid al sharīʿah, state decision making, peace agreements, Islamic legal theory.

تمہید

اسلامی قانون میں کسی فعل یا فیصلے کے شرعی حکم کا تعین صرف اس کی ظاہری صورت تک محدود نہیں، بلکہ اس کے مقصد، حالات، متعلقہ قرائن اور متوقع نتائج کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ بعض فیصلے فوری طور پر دشوار، غیر مقبول یا کم فائدہ مند دکھائی دیتے ہیں، لیکن ان کے نتیجے میں ایسے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں جو طویل مدت میں کسی بڑے مقصد کے حصول کا ذریعہ بنیں۔ اس کے برعکس بعض اقدامات فوری فائدہ تو فراہم کرتے ہیں، مگر ان کے دور رس نتائج نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس لیے شرعی اجتہاد اور اجتماعی فیصلہ سازی میں نتائج کا منضبط جائزہ ایک اہم اصولی ضرورت ہے۔ امام ابو اسحاق شاطبیؒ نے الموافقات میں اس اصول کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:

"النَّظَرُ في مآلاتِ الأفعالِ مُعْتَبَرٌ مَقْصُودٌ شَرْعًا"[1]

یعنی افعال کے نتائج پر غور کرنا شرعاً معتبر اور مقصود ہے۔ امام شاطبیؒ کے مطابق مجتہد کسی فعل کے اختیار کرنے یا ترک کرنے کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت اس کے متوقع انجام کو دیکھتا ہے، کیونکہ بسا اوقات کسی مصلحت کے حصول کی کوشش ایسی مفسدت کا سبب بن جاتی ہے جو اس مصلحت کے برابر یا اس سے زیادہ ہو۔ اسی طرح کسی نقصان سے بچنے کی تدبیر بھی کبھی خود زیادہ نقصان پیدا کر سکتی ہے۔

صلحِ حدیبیہ اس اصول کے مطالعے کے لیے غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ ہجرت کے چھٹے سال رسول اللہ ﷺ اپنے صحابۂ کرامؓ کے ساتھ عمرے کی نیت سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، لیکن قریش نے مسلمانوں کو بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا۔ مذاکرات کے نتیجے میں ایک معاہدہ طے پایا، جس کے تحت مسلمان اس سال واپس لوٹ گئے اور اگلے سال عمرہ ادا کرنے کی اجازت ملی۔ معاہدے کی بعض شرائط صحابہؓ کے ایک حصے کے لیے دشوار محسوس ہوئیں، تاہم بعد کے حالات میں اس معاہدے کے وسیع اثرات سامنے آئے۔[2] سورۂ فتح کی پہلی آیت میں اسے **"فَتْحًا مُبِينًا"** قرار دیا گیا، اور مفسرین نے اس تعبیر کو معاہدے کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مصلحتوں سے مربوط کیا ہے۔

اس واقعے کی اہمیت صرف اس میں نہیں کہ اس کے بعد مسلمانوں کو متعدد فوائد حاصل ہوئے، بلکہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے موقع پر جنگ کے بجائے معاہدے کا راستہ اختیار کیا جب فریقین کے درمیان شدید کشیدگی موجود تھی[3]۔ اس طرزِ فیصلہ سازی میں امن کے امکان، انسانی جانوں کے تحفظ، دعوتی رابطے اور مستقبل میں پیدا ہونے والی سیاسی و سماجی گنجائش کو اہمیت حاصل تھی۔ تاہم اس واقعے کو معاصر ریاستوں کے لیے استعمال کرتے ہوئے یہ فرق برقرار رکھنا ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قیادت وحی کی رہنمائی میں تھی، جب کہ جدید ریاستی فیصلے انسانی علم، دستیاب معلومات اور قابلِ خطا اجتہاد پر مبنی ہوتے ہیں۔

مسئلۂ تحقیق اور بنیادی سوالات

فقہِ مآلات پر اصولی مباحث موجود ہیں، جب کہ صلحِ حدیبیہ پر سیرت، تاریخ، دعوت اور سیاسی حکمتِ عملی کے مختلف زاویوں سے گفتگو کی گئی ہے۔ اس مقالے میں ان دونوں مباحث کو ایک مربوط اصولی و تطبیقی مطالعے میں جمع کیا گیا ہے۔ اس کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ صلحِ حدیبیہ سے نتائج پر مبنی شرعی فیصلہ سازی کے کون سے اصول اخذ کیے جا سکتے ہیں، اور ان اصولوں کو معاصر ریاستی پالیسی میں استعمال کرتے وقت کن حدود کی پابندی ضروری ہے۔

اس مسئلے کو واضح کرنے کے لیے درج ذیل سوالات قائم کیے گئے ہیں:

1. فقہِ مآلات کی تعریف، حدود اور اصولی بنیادیں کیا ہیں؟
2. صلحِ حدیبیہ کے فیصلوں میں فوری مصلحت اور طویل مدتی نتائج کا کیا تعلق تھا؟
3. کن شرائط کے تحت متوقع نتائج کو فقہی ترجیح اور اجتماعی فیصلہ سازی میں ملحوظ رکھا جا سکتا ہے؟
4. معاصر ریاستی پالیسی، امن معاہدات اور تنازعات کے حل میں فقہِ مآلات کے اطلاق کی شرعی و عملی حدود کیا ہیں؟
5. کسی فیصلے کے بعد ظاہر ہونے والے نتائج سے اس فیصلے کی حکمت اخذ کرنے اور فیصلہ کرتے وقت دستیاب معلومات کی بنیاد پر اجتہاد کرنے میں کیا فرق ہے؟

3۔ مقاصدِ تحقیق

اس تحقیق کے بنیادی مقاصد یہ ہیں:

- فقہِ مآلات کے مفہوم اور اس کی اصولی بنیادوں کو واضح کرنا۔
- صلحِ حدیبیہ کے اہم فیصلوں اور معاہداتی شرائط کا نتائج کے تناظر میں تجزیہ کرنا۔
- فوری مصلحت اور طویل مدتی فائدے کے درمیان تعلق کی اصولی نوعیت متعین کرنا۔
- مآلات کے اعتبار اور محض مصلحت پسندی کے درمیان فرق واضح کرنا۔
- معاصر ریاستی فیصلہ سازی اور امن معاہدات کے لیے ایک ایسا تجزیاتی خاکہ پیش کرنا جو شرعی حدود، عدل اور قابلِ اعتبار معلومات کو یکجا کرے۔

سابقہ تحقیق کا جائزہ

صلحِ حدیبیہ پر کتبِ سیرت، شروحِ حدیث اور تفاسیر میں تفصیلی مواد موجود ہے۔ ابن ہشام کی السیرۃ النبویۃ میں واقعے کے تاریخی پہلو، صحیح بخاری میں مذاکرات اور معاہدے کی روایات، جب کہ ابن کثیر کی تفسیر میں سورۂ فتح کے سیاق اور معاہدے کے نتائج پر گفتگو ملتی ہے۔ فقہِ مآلات کے اصولی مباحث میں امام شاطبیؒ کی الموافقات بنیادی اہمیت رکھتی ہے، جہاں افعال کے نتائج کو شرعی اعتبار سے ملحوظ رکھنے کے اصول پر مستقل بحث کی گئی ہے۔ جدید اسلامی ریاست میں قانون سازی اور مقاصدِ شریعت کے تعلق پر بھی علمی کام سامنے آیا ہے؛ مثال کے طور پر اشفاق احمد کا مقالہ معاصر مسلم ریاستوں میں قانون سازی کے تناظر میں مقاصدِ شریعت اور تلفیق کا جائزہ لیتا ہے۔ اس آرٹیکل کا ممکنہ امتیاز یہ ہے کہ اس میں صلحِ حدیبیہ کے تاریخی مطالعے اور فقہِ مآلات کے اصولی مباحث کو معاصر ریاستی فیصلہ سازی کے ایک منضبط تجزیاتی فریم ورک میں مربوط کیا گیا ہے۔ اس امتیاز کو سابقہ تحقیق کے جامع جائزے کے بعد ہی حتمی طور پر دعویٰ کیا جا سکتا ہے؛ محض چند مراجع کی بنیاد پر یہ کہنا مناسب نہیں ہو گا کہ اس موضوع پر پہلے کوئی کام نہیں ہوا۔

منہجِ تحقیق

یہ تحقیق بنیادی طور پر معیاری، استقرائی، تجزیاتی اور تطبیقی نوعیت کی ہے۔ پہلے مرحلے میں فقہِ مآلات کے متعلق اصولی نصوص اور علمی مباحث کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ دوسرے مرحلے میں صلحِ حدیبیہ سے متعلق قرآنِ مجید، احادیثِ صحیحہ اور معتبر تفسیری مواد کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ تیسرے مرحلے میں تاریخی واقعے سے اصول اخذ کرتے ہوئے اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ وہ اصول معاصر ریاستی پالیسی، امن معاہدات اور تنازعات کے حل میں کن شرائط کے ساتھ قابلِ اطلاق ہیں۔ تحقیق میں دو امتیازات کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے: اول، تاریخی نتائج سے حاصل ہونے والی حکمت اور فیصلہ سازی کے وقت دستیاب معلومات کی بنیاد پر کیے جانے والے اجتہاد میں فرق؛ دوم، شرعی مصلحت کے اعتبار اور ایسی مصلحت پسندی میں فرق جو واضح شرعی احکام یا حقوق کی خلاف ورزی کا جواز پیدا کرنے لگے۔

فقہِ مآلات: مفہوم، دائرۂ کار اور اصولی بنیادیں

فقہِ مآلات کی تعریف

لفظ مآل کے معنی انجام، نتیجے اور اس حالت کے ہیں جس پر کوئی معاملہ بالآخر پہنچے، ابن منظور لکھتے ہیں : **الأَوْلُ الرُّجُوعُ، آلَ الشيءُ يَؤُولُ أَوْلًا ومَآلًا** :رَجَعَ [4]، ترجمہ" :اَوْل کے معنی رجوع کے ہیں؛ کسی چیز کا مآل یہ ہے کہ وہ کسی انجام یا حالت کی طرف لوٹے۔" اصطلاحی اعتبار سے فقہِ مآلات سے مراد کسی فعل، فیصلے، فتویٰ یا پالیسی کے متوقع نتائج کا ایسا شرعی جائزہ ہے جس میں اس کے مقاصد، حالات، ممکنہ فوائد، نقصانات اور دور رس اثرات کو ملحوظ رکھا جائے۔ امام شاطبیؒ کے نزدیک کسی فعل کے شرعی جواز یا عدمِ جواز کے اطلاق میں اس کے انجام کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔[5] ان کے بیان کا حاصل یہ ہے کہ کبھی کسی کام میں موجود مصلحت کے حصول کی کوشش ایسی مفسدت پیدا کر دیتی ہے جو اس مصلحت کے برابر یا اس سے زیادہ ہوتی ہے؛ اسی طرح کسی مفسدت سے بچنے کی کوشش بھی کبھی زیادہ بڑی مفسدت کا سبب بن جاتی ہے۔ اس لیے مجتہد کے لیے نتائج پر غور کرنا ضروری ہے۔ اس تعریف کی روشنی میں فقہِ مآلات کو مستقبل کے بارے میں غیر یقینی پیش گوئی یا محض سیاسی حکمتِ عملی کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ یہ شرعی دلائل کے تابع رہتے ہوئے ممکنہ نتائج کا منضبط جائزہ ہے، جس کا مقصد فیصلوں کے اطلاق کو شریعت کے مقاصد سے ہم آہنگ بنانا ہے۔

فقہِ مآلات کی اصولی بنیادیں

اول : مقاصدِ شریعت کی رعایت۔ شریعت کے احکام انسانی مصالح کے حصول اور مفاسد کے ازالے سے مربوط ہیں۔ اس لیے کسی فیصلے کے فوری اثرات کے ساتھ یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ وہ عدل، جان و مال کے تحفظ، اجتماعی امن اور دیگر معتبر شرعی مقاصد کو کس حد تک حاصل کرتا ہے۔

دوم : مصالح و مفاسد کا موازنہ۔ بعض حالات میں ایک فیصلہ فوری فائدہ دیتا ہے، لیکن اس سے پیدا ہونے والا نقصان زیادہ سنگین ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس کوئی فیصلہ وقتی طور پر دشوار ہو سکتا ہے، لیکن وہ بڑے نقصان سے بچنے یا زیادہ اہم مصلحت کے حصول کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ تاہم یہ موازنہ محض ذاتی پسند، سیاسی مصلحت یا غیر ثابت شدہ مفروضوں کی بنیاد پر نہیں، بلکہ معتبر شواہد اور شرعی معیار کے مطابق ہونا چاہیے۔

سوم : سدِّ ذرائع اور نتائج کی پیش بینی۔ اگر کسی جائز وسیلے کے استعمال سے کسی ممنوع نتیجے تک پہنچنے کا قوی اور قابلِ اعتبار اندیشہ ہو تو اس کے استعمال کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ لیکن محض بعید امکان کی بنیاد پر ہر جائز وسیلے کو روک دینا بھی درست نہیں۔ نتائج کی پیش بینی میں امکان، قرائن اور نقصان کی شدت کا لحاظ ضروری ہے۔

چہارم : حالات اور تحقیقِ مناط کی رعایت۔ کسی عمومی حکم کو مخصوص صورتِ حال پر منطبق کرنے سے پہلے اس صورتِ حال کی حقیقت، متعلقہ عوامل اور ممکنہ اثرات کو سمجھنا ضروری ہے۔ ریاستی فیصلوں میں یہ پہلو مزید اہم ہو جاتا ہے، کیونکہ ان کے اثرات انفرادی سطح سے آگے بڑھ کر معاشرے، معیشت اور بین الاقوامی تعلقات تک پہنچ سکتے ہیں۔

پنجم : عدل اور حقوق کی پابندی۔ کوئی فیصلہ محض اس وجہ سے درست نہیں ہو جاتا کہ اس سے مجموعی فائدے کی توقع ہے۔ اگر اس کے ذریعے کسی فریق کے جائز حقوق پامال ہوں، معاہدے کی ذمہ داریاں توڑی جائیں یا ظلم کو مصلحت کا نام دیا جائے تو اس کے شرعی جواز کے لیے الگ اور مضبوط دلیل درکار ہو گی۔ مصلحت کو عدل اور شرعی پابندیوں سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔[6]

فقہِ مآلات کی حدود

فقہِ مآلات کے استعمال میں چند حدود بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔

1. نصوصِ شرعیہ کی پابندی : متوقع فائدہ کسی واضح شرعی حکم کی خلاف ورزی کا عمومی جواز نہیں بن سکتا۔
2. مصلحت کا حقیقی ہونا : مصلحت محض حکمران یا کسی طاقت ور فریق کا دعویٰ نہ ہو، بلکہ اس کے لیے معقول اور قابلِ جانچ بنیاد موجود ہو۔

3. نتائج کا غالب امکان : فیصلے کے وقت دستیاب معلومات کی بنیاد پر ممکنہ نتائج کا اندازہ لگایا جائے؛ محض خیالی یا بعید اندیشوں کو فیصلہ کن حیثیت نہ دی جائے۔

4. تناسب : اختیار کیا جانے والا اقدام متوقع فائدے اور نقصان کی نوعیت کے لحاظ سے متناسب ہو۔

5. حقوق و ذمہ داریوں کا احترام : امن کے حصول کے نام پر معاہداتی ذمہ داریوں، انصاف اور بنیادی حقوق کو غیر محدود طور پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

6. غیر یقینی صورتِ حال میں احتیاط : اگر نتائج کے بارے میں معلومات ناکافی ہوں تو فیصلہ سازی میں مشاورت، متبادل امکانات اور خطرات کے ازالے کے طریقوں کو اہمیت دی جائے۔[7]

ان حدود کا مقصد فقہِ مآلات کو غیر محدود مصلحت پسندی بننے سے روکنا ہے۔ امام شاطبیؒ کا اصول نتائج کو معتبر قرار دیتا ہے، مگر اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ہر وہ اقدام جائز ہے جس سے بعد میں کوئی فائدہ حاصل ہو جائے۔

صلحِ حدیبیہ کا تاریخی و شرعی پس منظر

معاہدے کا پس منظر

ہجرت کے چھٹے سال رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرامؓ کے ساتھ عمرے کی نیت سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کا مقصد جنگ نہیں بلکہ عبادت کی ادائیگی تھا، تاہم قریش نے انہیں مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اس صورتِ حال میں براہِ راست تصادم کے بجائے مذاکرات کا راستہ اختیار کیا گیا۔ صحیح بخاری میں معاہدے کے پس منظر، قریش کے نمائندوں سے گفتگو اور معاہدہ لکھے جانے کی تفصیلات موجود ہیں۔ یہاں ایک اہم اصول سامنے آتا ہے : ہر کشیدہ صورتِ حال میں طاقت کے استعمال کو واحد راستہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ بعض اوقات فریقین کے مقاصد، حالات اور ممکنہ نقصانات کو دیکھتے ہوئے مذاکرات اور معاہدے کے ذریعے ایسا راستہ اختیار کیا جا سکتا ہے جو فوری تصادم سے بچائے اور مستقبل میں زیادہ وسیع امکانات پیدا کرے۔ تاہم اس واقعے سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیے کہ ہر تنازع میں معاہدہ جنگ سے بہتر ہو گا یا ہر قیمت پر امن قائم رکھنا لازم ہے۔ صلح کی افادیت کا تعین حالات، فریقین کے طرزِ عمل، معاہدے کی شرائط اور اس کے متوقع نتائج کے مطابق ہو گا۔

معاہدے کی شرائط اور فوری ردِ عمل

صلحِ حدیبیہ کی بعض شرائط صحابۂ کرامؓ کے لیے دشوار محسوس ہوئیں۔ ان میں اس سال عمرہ ادا کیے بغیر مدینہ واپس لوٹنا اور اگلے سال عمرے کے لیے آنے کی اجازت شامل تھی۔ معاہدے کی تحریر کے دوران بھی بعض الفاظ پر اختلاف سامنے آیا، جسے رسول اللہ ﷺ نے معاہدے کی تکمیل کی خاطر مذاکرات کے ذریعے حل کیا۔ ان تفصیلات کا مطالعہ صحیح بخاری کی کتاب الشروط میں کیا جا سکتا ہے۔ اس واقعے کا اصولی پہلو یہ ہے کہ معاہدے کی رسمی یا ظاہری صورت ہر بار اس کے حقیقی فائدے کا مکمل معیار نہیں ہوتی۔ فیصلہ کرتے وقت یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ کیا اس کے ذریعے تصادم کم ہو گا، آئندہ رابطوں کی گنجائش پیدا ہو گی اور کسی اہم مقصد کے حصول کے لیے حالات سازگار ہوں گے۔ اس کے باوجود معاہدے کی شرائط کو صرف اس بنیاد پر قبول یا رد نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ظاہری طور پر نرم یا سخت محسوس ہوتی ہیں۔ ان کی شرعی حیثیت، فریقین کی ذمہ داریوں، حقوق، طاقت کے توازن اور ممکنہ نتائج کو الگ الگ جانچنا ضروری ہے۔

سورۂ فتح میں معاہدے کی تعبیر

قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

"إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا "[8]

ترجمہ :بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلی فتح عطا فرمائی۔

اس آیت کا صلحِ حدیبیہ کے بعد نازل ہونا اس واقعے کے قرآنی تناظر کو واضح کرتا ہے۔ ابن کثیرؒ نے سورۂ فتح کی تفسیر میں صلحِ حدیبیہ کو اس فتح سے مربوط کیا ہے اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے فوائد، مسلمانوں کے باہمی و بین الفریقین رابطوں اور دعوتی مواقع کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہاں ایک علمی احتیاط ضروری ہے :معاہدے کو فتح قرار دینے کا قرآنی بیان اس واقعے کی دینی تعبیر ہے، لیکن معاصر ریاستی فیصلوں کے لیے اس سے براہِ راست یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ ہر ایسا معاہدہ جس میں وقتی رعایت دینی پڑے، لازماً کامیاب ہو گا۔ حدیبیہ کے نتائج کو اس کے مخصوص تاریخی، دینی اور سیاسی پس منظر میں سمجھنا چاہیے۔

فوری مصلحت اور طویل مدتی نتائج

صلحِ حدیبیہ کے مطالعے میں فوری مصلحت اور طویل مدتی نتائج کے درمیان تعلق کے چند پہلو سامنے آتے ہیں۔

اول : تصادم سے اجتناب۔ مذاکرات کے ذریعے فوری جنگ سے بچنے کا راستہ اختیار کیا گیا۔ اس سے انسانی جانوں کے تحفظ اور آئندہ امکانات کے لیے جگہ پیدا ہوئی۔

دوم :عبادت کی ادائیگی کا التوا، نہ کہ مستقل ترک۔ مسلمان اس سال عمرہ ادا کیے بغیر واپس ہوئے، لیکن اگلے سال عمرہ ادا کرنے کی گنجائش معاہدے میں موجود تھی۔ قرآنِ مجید کی آیت 48:27 میں مسجدِ حرام میں امن کے ساتھ داخلے اور عمرے کی تکمیل کا ذکر ہے۔[9]

سوم :رابطوں اور دعوت کے امکانات۔ جنگی کشیدگی میں کمی نے فریقین کے درمیان رابطے کے امکانات بڑھائے۔ ابن کثیرؒ نے بھی اس صلح کے نتیجے میں لوگوں کے میل جول اور دعوتی فوائد کو نمایاں کیا ہے۔[10]

چہارم :سیاسی حکمت اور تدریج۔ معاہدے نے ایک ایسی صورتِ حال پیدا کی جس میں فوری تصادم کے بجائے آئندہ پیش رفت کے لیے موقع میسر آیا۔ اس سے یہ اصول اخذ کیا جا سکتا ہے کہ بعض اجتماعی مقاصد کے حصول کے لیے فوری کامیابی پر اصرار کرنے کے بجائے مرحلہ وار پیش رفت کو اختیار کرنا زیادہ موزوں ہو سکتا ہے، بشرطیکہ یہ حکمتِ عملی شرعی حدود سے متجاوز نہ ہو۔

صلحِ حدیبیہ سے فقہِ مآلات کے اصولوں کا استخراج

صلحِ حدیبیہ کے مطالعے سے معاصر فیصلہ سازی کے لیے متعدد اصول اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ یہ اصول واقعے کے تجزیاتی نتائج ہیں؛ انہیں مستقل شرعی نص یا غیر مشروط قانونی قواعد کا درجہ نہیں دیا جا رہا۔

ظاہری صورت کے بجائے مجموعی اثرات کا جائزہ

حدیبیہ میں بعض شرائط فوری طور پر مشکل محسوس ہوئیں، لیکن معاہدے کے وسیع تر اثرات نے ان کی حکمت کو واضح کیا۔ اس سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ اجتماعی فیصلے کی قدر متعین کرتے وقت اس کی ظاہری صورت کے ساتھ اس کے متوقع مجموعی اثرات بھی دیکھے جائیں۔ معاصر ریاستی پالیسی میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی امن معاہدے، سفارتی سمجھوتے یا داخلی مفاہمت کا جائزہ صرف اس بنیاد پر نہ لیا جائے کہ کس فریق نے مذاکرات میں کون سی رعایت دی۔ یہ بھی دیکھا جائے کہ اس کے نتیجے میں تشدد میں کمی، شہریوں کے تحفظ، سیاسی استحکام، قانونی ذمہ داریوں کی تکمیل اور مستقبل میں تنازعات کے پُرامن حل کے امکانات کتنے بڑھتے ہیں۔[11]

فوری فائدے کے مقابلے میں پائیدار مصلحت

ہر فیصلہ فوری فائدے کو زیادہ سے زیادہ کرنے کے لیے نہیں کیا جاتا۔ بعض اوقات وقتی طور پر محدود فائدہ قبول کرنا بڑے اور دیرپا مقصد کے حصول میں معاون ہوتا ہے۔ حدیبیہ میں عمرے کا التوا اس پہلو کی مثال ہے، کیونکہ معاہدے کے ذریعے آئندہ سال عبادت کی ادائیگی کی گنجائش قائم رہی۔ معاصر ریاستی فیصلوں میں اس اصول کا اطلاق کرتے وقت یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وقتی رعایت واقعی کسی واضح اور قابلِ حصول مقصد سے مربوط ہے یا نہیں۔ اگر رعایت کے بدلے کوئی قابلِ اعتبار فائدہ متوقع نہ ہو، یا اس سے مستقل نقصان اور حقوق کی پامالی کا امکان غالب ہو، تو محض مستقبل کے فائدے کا دعویٰ کافی نہیں ہو گا۔

مذاکرات کو شرعی وسیاسی وسیلے کے طور پر اختیار کرنا

صحیح بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش کے ساتھ مذاکرات اور معاہدے کی تکمیل کے لیے آمادگی ظاہر کی، حتیٰ کہ معاہدے کی عبارت میں بعض اختلافات کے باوجود معاہدہ طے پایا۔[12] اس سے یہ اصول اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مذاکرات کو کمزوری کی علامت سمجھنے کے بجائے ایک ممکنہ پُرامن وسیلے کے طور پر دیکھا جائے۔ تاہم مذاکرات کی افادیت اس بات پر منحصر ہو گی کہ فریقین معاہدے کے لیے کس حد تک سنجیدہ ہیں، شرائط قابلِ عمل ہیں یا نہیں، اور معاہدے کے ذریعے متوقع مصلحت حاصل ہونے کا امکان کتنا ہے۔

تدریج اور مرحلہ وار پیش رفت

حدیبیہ سے یہ پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ ہر مطلوبہ مقصد کا حصول ایک ہی مرحلے میں ضروری نہیں۔ بعض اوقات معاہدہ یا عبوری انتظام فوری طور پر تمام مسائل حل نہیں کرتا، لیکن آگے بڑھنے کے لیے ایک قابلِ عمل راستہ فراہم کرتا ہے۔ معاصر ریاستی فیصلہ سازی میں یہ اصول اس وقت مفید ہو سکتا ہے جب کسی پیچیدہ تنازع کا فوری اور مکمل حل ممکن نہ ہو۔ ایسی صورت میں عبوری جنگ بندی، انسانی امداد کی رسائی، قیدیوں کے تبادلے یا مذاکرات کے لیے مشترکہ طریقۂ کار جیسے اقدامات مرحلہ وار پیش رفت کی صورتیں ہو سکتے ہیں۔ ان میں سے ہر اقدام کی شرعی و قانونی حیثیت الگ سے جانچنا ضروری ہے۔

شرائط کی تعبیر میں مقصد اور ذمہ داریوں کی رعایت

صلحِ حدیبیہ کے مذاکرات میں معاہدے کی عبارت پر اختلاف کے باوجود اس کی تکمیل کی کوشش کی گئی۔ اس سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ معاہدات میں الفاظ کی اہمیت اپنی جگہ، لیکن ان کے مقصد، فریقین کی ذمہ داریوں اور عملی اثرات کو بھی سمجھنا ضروری ہے[13]۔ معاصر ریاستی معاہدات میں اس اصول کا اطلاق معاہدے کی شقوں کی واضح تعبیر، اختلافات کے حل کے طریقۂ کار، ذمہ داریوں کی تعیین اور خلاف ورزی کی صورت میں طے شدہ اقدامات کے ذریعے کیا جاسکتا ہے۔ البتہ کسی معاہدے کے مقصد کے نام پر اس کی صریح شرائط سے یک طرفہ انحراف کو درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔

مآلات کے اعتبار اور بعد از وقوع حکمت میں فرق

اس مقالے کا ایک بنیادی علمی مسئلہ یہ ہے کہ کسی فیصلے کے بعد سامنے آنے والے نتائج سے اس کی حکمت اخذ کرنے اور فیصلہ کرتے وقت دستیاب معلومات کی بنیاد پر اجتہاد کرنے میں فرق کیا جائے۔

فیصلہ سازی کے وقت دستیاب معلومات

فقہِ مآلات کا اصل عملی تعلق اس مرحلے سے ہے جب فیصلہ ابھی کیا جارہا ہو۔ اس وقت فیصلہ ساز کو دستیاب معلومات، تاریخی تجربے، حالات کے قرائن اور مستقبل کے ممکنہ امکانات کی بنیاد پر اندازہ لگانا ہوتا ہے۔ یہ اندازہ انسانی علم کے دائرے میں ہوتا ہے، اس لیے اس میں خطا کا امکان موجود رہتا ہے۔

بعد کے نتائج کی روشنی میں حکمت کا فہم

کسی فیصلے کے بعد اگر اس سے متوقع فائدے حاصل ہو جائیں تو اس سے اس فیصلے کی حکمت سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔ لیکن بعد میں کامیابی حاصل ہونا اس بات کا قطعی ثبوت نہیں کہ فیصلہ کرتے وقت ہر ممکن نتیجہ پہلے سے معلوم تھا، یا اس نوعیت کے تمام فیصلے ہمیشہ کامیاب ہوں گے۔ صلحِ حدیبیہ میں قرآنی تعبیر "فَتْحًا مُّبِينًا" اس واقعے کی خاص دینی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے۔ اسے عام انسانی فیصلہ سازی میں منتقل کرتے وقت یہ امتیاز ملحوظ رہنا چاہیے کہ معاصر ریاستی فیصلہ ساز وحی کی بنیاد پر مستقبل کے نتائج کا علم نہیں رکھتے۔ وہ صرف معتبر معلومات کی بنیاد پر امکانات کا جائزہ لے سکتے ہیں۔

نتائج کی بنیاد پر فیصلے کو درست ثابت کرنے کا خطرہ

اگر کسی فیصلے کی درستی صرف اس کے بعد حاصل ہونے والی کامیابی سے متعین کی جائے تو یہ طریقہ علمی طور پر کمزور ہو سکتا ہے۔ اس سے غلط فیصلے بھی محض اتفاقی کامیابی کی وجہ سے درست قرار پا سکتے ہیں، جب کہ کسی معقول اور ذمہ دارانہ فیصلے کے باوجود غیر متوقع حالات نقصان کا سبب بن سکتے ہیں۔ اس لیے معاصر ریاستی فیصلوں کی جانچ میں کم از کم تین چیزوں کو الگ رکھنا ضروری ہے:

1. فیصلہ کرتے وقت دستیاب معلومات اور شواہد؛
2. ان معلومات کی بنیاد پر اختیار کیے گئے متوقع نتائج اور خطرات کا اندازہ؛
3. بعد میں حقیقتاً سامنے آنے والے نتائج۔

یہ تقسیم فقہِ مآلات کو نتیجہ پرستی سے محفوظ رکھنے میں مدد دیتی ہے۔

معاصر ریاستی فیصلہ سازی میں فقہِ مآلات کا اطلاق

امن معاہدات اور جنگ بندی

معاصر ریاستوں کے لیے امن معاہدات، جنگ بندی اور سفارتی مذاکرات ایسے میدان ہیں جہاں فوری مصلحت اور طویل مدتی نتائج کے درمیان توازن بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ جنگ بندی سے شہریوں کی جانیں بچ سکتی ہیں، انسانی امداد کی رسائی ممکن ہو سکتی ہے اور سیاسی مذاکرات کے لیے موقع پیدا ہو سکتا ہے۔ تاہم اگر معاہدے میں نگرانی کا مؤثر نظام نہ ہو، خلاف ورزی کی صورت میں کوئی واضح طریقۂ کار نہ ہو یا فریقین ذمہ داریوں سے انحراف کریں تو اس کی افادیت محدود ہو سکتی ہے۔ فقہِ مآلات کی روشنی میں امن معاہدے کا جائزہ لیتے وقت درج ذیل سوالات اہم ہیں:

- کیا معاہدہ فوری تشدد میں کمی کا حقیقی امکان رکھتا ہے؟
- کیا اس کی شرائط واضح، قابلِ عمل اور قابلِ نگرانی ہیں؟
- کیا فریقین کی ذمہ داریاں متعین ہیں؟
- کیا معاہدہ شہریوں کے حقوق اور انسانی ضروریات کے تحفظ میں معاون ہے؟
- کیا خلاف ورزی یا ناکامی کی صورت میں متبادل حکمتِ عملی موجود ہے؟

یہ سوالات کسی مخصوص معاہدے کے حق یا مخالفت میں خودکار فیصلہ نہیں دیتے، بلکہ اس کے منظم جائزے کے لیے معیار فراہم کرتے ہیں۔

داخلی سیاسی مفاہمت اور تنازعات کا حل

داخلی سیاسی کشیدگی میں بھی بعض اوقات فوری تصادم سے اجتناب اور مذاکرات کے ذریعے حل تلاش کرنا مفید ہو سکتا ہے۔ تاہم مفاہمت کو ہر حال میں مطلوب قرار دینا درست نہیں، کیونکہ بعض صورتوں میں طاقت کے ناجائز استعمال، حقوق کی پامالی یا قانون کی خلاف ورزی کا مسئلہ بھی موجود ہوتا ہے۔ فقہِ مآلات کی روشنی میں سیاسی مفاہمت کا جائزہ لیتے وقت امن کے ممکنہ فوائد کے ساتھ قانون کی حکمرانی، متاثرہ فریقوں کے حقوق، احتساب اور مستقبل میں تنازع کے دوبارہ پیدا ہونے کے امکانات کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔ پائیدار مفاہمت وہی ہو گی جو محض وقتی کشیدگی کم کرنے کے بجائے تنازع کی بنیادی وجوہ کو حل کرنے میں مدد دے۔[14]

خارجہ پالیسی اور سفارتی تعلقات

ریاستی خارجہ پالیسی میں معاہدات، سفارتی رابطے اور محدود تعاون ایسے فیصلے ہیں جن کے اثرات فوری بھی ہوتے ہیں اور طویل مدتی بھی۔ کسی ریاست کے ساتھ مذاکرات یا معاہدہ کرنے سے ممکنہ فائدے حاصل ہو سکتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ سلامتی، خود مختاری، معاشی انحصار اور معاہداتی ذمہ داریوں کے پہلو بھی سامنے آتے ہیں۔ فقہِ مآلات اس نوعیت کے فیصلوں میں ایک ایسا تجزیاتی منہج فراہم کر سکتی ہے جس کے تحت متوقع فوائد، ممکنہ نقصانات، معاہدے کی شرائط اور متبادل راستوں کا موازنہ کیا جائے۔ لیکن اس منہج سے کسی خاص خارجہ پالیسی کی لازمی تائید یا مخالفت خود بخود ثابت نہیں ہوتی؛ ہر معاملے میں الگ شرعی، قانونی اور واقعاتی تجزیہ ضروری ہے۔[15]

قانون سازی اور عوامی پالیسی

عوامی پالیسی میں بعض فیصلوں کے اثرات وسیع آبادی پر مرتب ہوتے ہیں۔ معاشی اصلاحات، وسائل کی تقسیم، امن و امان کے اقدامات اور انتظامی تبدیلیوں کے معاملے میں فوری فائدے کے ساتھ طویل مدتی سماجی اثرات کو دیکھنا ضروری ہے۔ معاصر مسلم ریاستوں میں قانون سازی اور مقاصدِ شریعت کے تعلق پر ہونے والی تحقیق بھی اس امر کی طرف توجہ دلاتی ہے کہ جدید ریاستی مسائل کے حل میں اصولی رہنمائی کے ساتھ ادارہ جاتی اور قانونی تقاضوں کا مطالعہ اہم ہے۔ اس تناظر میں فقہِ مآلات کی افادیت یہ ہے کہ فیصلہ ساز کسی پالیسی کے ممکنہ نتائج، متاثرہ طبقات، متبادل امکانات اور نقصان کے ازالے کے طریقوں کو پہلے سے زیرِ غور لا سکتے ہیں۔ تاہم پالیسی کی شرعی حیثیت صرف افادیت کے تخمینے پر منحصر نہیں؛ اس کے لیے متعلقہ نصوص، قانونی حدود اور حقوق کی پابندی بھی ضروری ہے۔

معاصر اطلاق کے لیے مجوزہ اصولی فریم ورک

صلحِ حدیبیہ اور فقہِ مآلات کے اصولی مباحث کی روشنی میں معاصر ریاستی فیصلہ سازی کے لیے ایک ایسا تجزیاتی فریم ورک اختیار کیا جا سکتا ہے جو فیصلے کے تمام مراحل کو منظم اور مربوط انداز میں پیش کرے۔ اس عمل کا آغاز مسئلے کی درست تعیین سے ہونا چاہیے، جس کے تحت اصل تنازع، متعلقہ حقائق، فریقین کے مفادات اور ان کی ذمہ داریوں کو واضح کیا جائے۔ اس کے بعد شرعی و قانونی حدود کا جائزہ لیا جائے تاکہ فیصلہ سازی میں متعلقہ نصوص، معاہداتی ذمہ داریوں، بنیادی حقوق اور قابلِ اطلاق قوانین کی پابندی یقینی بنائی جا سکے۔ اگلے مرحلے میں مذاکرات، عبوری انتظامات اور دیگر جائز متبادل راستوں کا تقابلی جائزہ لیا جائے، تاکہ کسی ایک طریقۂ کار کو اختیار کرنے سے پہلے دستیاب امکانات پر غور کیا جا سکے۔ اس کے بعد ہر متبادل کے متوقع فوائد، نقصانات اور خطرات کا اندازہ معتبر شواہد، متعلقہ ماہرین کی آرا اور زمینی حقائق کی روشنی میں لگایا جائے۔

ان نتائج کی بنیاد پر مصلحت و مفسدت، حقوق کے تحفظ، ممکنہ نقصانات اور طویل مدتی اثرات کو متوازن طور پر سامنے رکھتے ہوئے مناسب راستے کو ترجیح دی جائے۔ تاہم، فیصلہ سازی صرف موزوں متبادل کے انتخاب تک محدود نہیں ہونی چاہیے، بلکہ اس کے مؤثر نفاذ کے لیے ذمہ داریوں کی تعیین، نگرانی کے طریقۂ کار اور خلاف ورزی کی صورت میں قابلِ اطلاق اقدامات کو بھی واضح کرنا ضروری ہے۔ مزید برآں، نفاذ کے دوران سامنے

آنے والے نتائج اور حالات میں ممکنہ تبدیلیوں کا مسلسل جائزہ لیا جائے، تاکہ ضرورت پڑنے پر قانونی و شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے مناسب اصلاح کی جاسکے۔ اس فریم ورک کا بنیادی مقصد ریاستی فیصلوں کو محض فوری ردِ عمل کے بجائے حقائق پر مبنی، شرعی و قانونی طور پر قابلِ جواز اور نتائج کے اعتبار سے ذمہ دارانہ عمل بنانا ہے۔ یہ طریقۂ کار کسی فیصلے کی کامیابی کی ضمانت نہیں دیتا، بلکہ دستیاب معلومات اور متوقع اثرات کو منظم انداز میں جانچنے کے ذریعے بہتر فیصلہ سازی میں معاونت فراہم کرتا ہے۔

بحث و تجزیہ

مذکورہ مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ صلحِ حدیبیہ اور فقہِ مآلات کے درمیان بنیادی تعلق فوری حالات اور مستقبل کے امکانات کو یکجا دیکھنے میں ہے۔ معاہدے کے وقت مسلمانوں کو عمرہ مؤخر کرنا پڑا، جب کہ اس کے بعد قرآنِ مجید نے اس واقعے کو فتحِ مبین سے تعبیر کیا۔ اس سے یہ اصولی نکتہ سامنے آتا ہے کہ اجتماعی فیصلوں کی حکمت کبھی فوری صورتِ حال سے پوری طرح واضح نہیں ہوتی، بلکہ اس کے اثرات وقت کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ تاہم اس اصول کو معاصر ریاستی فیصلہ سازی میں منتقل کرتے ہوئے تین امتیازات ضروری ہیں۔

اول، تاریخی واقعے اور عمومی قاعدے میں فرق۔ صلحِ حدیبیہ ایک مخصوص تاریخی، دینی اور سیاسی پس منظر میں پیش آئی۔ اس سے امن، مذاکرات، تدریج اور نتائج کے اعتبار سے اصول اخذ کیے جاسکتے ہیں، لیکن اس کی ہر جزئی تفصیل کو جدید ریاستوں کے لیے غیر مشروط نمونہ قرار دینا درست نہیں۔ معاصر ریاستوں کے حالات، قانونی ڈھانچے، بین الاقوامی ذمہ داریاں اور دستیاب امکانات مختلف ہوسکتے ہیں۔

دوم، مصلحت اور شرعی جواز میں فرق۔ کسی اقدام کے مفید نتائج متوقع ہوں تو وہ اس کے انتخاب میں ایک اہم عامل ہوسکتے ہیں، لیکن ان سے ہر قسم کی شرعی یا قانونی پابندی ختم نہیں ہو جاتی۔ مصلحت کا اعتبار اس وقت تک ہے جب تک وہ معتبر شرعی اصولوں اور حقوق کے تحفظ سے ہم آہنگ ہو۔

سوم، پیشگی تخمینے اور بعد کے نتائج میں فرق۔ فقہِ مآلات کا عملی تقاضا یہ ہے کہ فیصلہ کرتے وقت متوقع نتائج کو دستیاب شواہد کی بنیاد پر جانچا جائے۔ بعد میں حاصل ہونے والی کامیابی یا ناکامی کو فیصلہ سازی کے وقت کی معلومات سے الگ رکھنا ضروری ہے۔ اس طرح نتائج کا اعتبار ایک ذمہ دارانہ اصول رہتا ہے، محض نتیجہ پرستی نہیں بنتا۔ ان امتیازات کے ساتھ فقہِ مآلات معاصر ریاستی فیصلہ سازی کے لیے ایک اہم اصولی وسیلہ بن سکتی ہے۔ اس سے امن معاہدات، داخلی مفاہمت، خارجہ پالیسی اور عوامی پالیسی کے جائزے میں یہ رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے کہ فیصلے کے فوری اثرات کے ساتھ اس کے دوررس نتائج، ممکنہ خطرات اور شرعی و قانونی حدود کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔

نتائجِ تحقیق

اس تحقیق سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

1۔ فقہِ مآلات کا بنیادی مفہوم یہ ہے کہ کسی فعل یا فیصلے کے شرعی جائزے میں اس کے متوقع نتائج اور انجام کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ امام شاطبیؒ نے اسے اصولی اجتہاد کا معتبر پہلو قرار دیا ہے۔

2۔ صلحِ حدیبیہ اس بات کی اہم مثال ہے کہ فوری طور پر دشوار محسوس ہونے والی شرائط کے باوجود کوئی معاہدہ امن، رابطے اور مستقبل میں پیش رفت کے امکانات پیدا کر سکتا ہے۔

3۔ صلحِ حدیبیہ سے مذاکرات، تصادم سے اجتناب، مرحلہ وار پیش رفت اور مجموعی مصلحت کو ملحوظ رکھنے جیسے اصول اخذ کیے جاسکتے ہیں، لیکن ان اصولوں کا اطلاق حالات اور شرعی حدود کی جانچ کے بعد ہی ممکن ہے۔

4۔ متوقع نتائج کو فقہی ترجیح میں اسی وقت معتبر حیثیت دی جاسکتی ہے جب ان کا اندازہ قابلِ اعتبار شواہد، حالات کے تجزیے اور معتبر شرعی اصولوں کی روشنی میں کیا گیا ہو۔

5۔ فقہِ مآلات واضح شرعی احکام، معاہداتی ذمہ داریوں اور حقوق کی خلاف ورزی کا غیر محدود جواز فراہم نہیں کرتی۔ مصلحت کا اعتبار عدل اور شرعی پابندیوں کے تابع رہتا ہے۔

6۔ کسی فیصلے کے بعد سامنے آنے والی کامیابی اور فیصلہ کرتے وقت دستیاب معلومات کی بنیاد پر کیے گئے اجتہاد میں فرق کرنا ضروری ہے۔ بعد کے نتائج کسی فیصلے کی حکمت سمجھنے میں مدد دیتے ہیں، مگر وہ ہر صورت میں پیشگی علم یا کامل درستگی کا ثبوت نہیں ہوتے۔

7۔ معاصر ریاستی فیصلہ سازی میں فقہِ مآلات کا منضبط اطلاق حقائق کی تعیین، شرعی و قانونی حدود کی شناخت، متبادل راستوں کے موازنے، نتائج کے تخمینے اور فیصلے کی نگرانی پر مشتمل ہونا چاہیے۔

8۔ امن معاہدات اور تنازعات کے حل میں فقہِ مآلات کا بنیادی فائدہ یہ ہے کہ یہ فوری جذباتی یا سیاسی ردِ عمل کے بجائے نتائج، حقوق، ذمہ داریوں اور پائیدار مصلحت کے مربوط جائزے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

سفارشات

1۔ فقہِ مآلات کو اصولِ فقہ اور مقاصدِ شریعت کی تدریس میں محض نظری بحث کے طور پر نہیں، بلکہ معاصر قانونی و ریاستی مسائل کے تجزیے کے ایک منضبط منہج کے طور پر بھی شامل کیا جائے۔

2۔ امن معاہدات اور ریاستی پالیسیوں کی تیاری میں شرعی و قانونی ماہرین، سفارت کاروں، معاشی و سماجی ماہرین اور متعلقہ فریقوں کی مشاورت کو اہمیت دی جائے۔

3۔ کسی معاہدے یا پالیسی کی منظوری سے پہلے اس کے متوقع فوائد، ممکنہ نقصانات، متبادل راستوں اور نفاذ کی عملی صلاحیت کا تحریری جائزہ تیار کیا جائے۔

4۔ مصلحت کے نام پر حقوق کی پامالی یا شرعی و قانونی ذمہ داریوں سے انحراف کو روکنے کے لیے واضح معیارات مقرر کیے جائیں۔

5۔ ریاستی فیصلوں کے جائزے میں فیصلہ کرتے وقت دستیاب معلومات اور بعد میں سامنے آنے والے نتائج کو الگ الگ دیکھا جائے، تاکہ نتیجہ پرستی اور بعد از وقوع غیر محتاط استدلال سے بچا جا سکے۔

6۔ صلحِ حدیبیہ سے متعلق مزید تحقیقی کام میں کلاسیکی کتبِ سیرت، شروحِ حدیث، تفاسیر اور جدید اصولی مطالعات کا تقابلی مطالعہ کیا جائے، تاکہ اخذ کردہ اصولوں کی تاریخی بنیاد اور معاصر اطلاق دونوں زیادہ مضبوط ہو سکیں۔

خاتمہ

صلحِ حدیبیہ سیرتِ نبوی ﷺ کا ایسا واقعہ ہے جس میں مذاکرات، معاہدے، وقتی دشواری اور مستقبل کے امکانات ایک دوسرے سے مربوط دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے مطالعے سے یہ اصولی رہنمائی حاصل ہوتی ہے کہ کسی اجتماعی فیصلے کو صرف فوری ظاہری کیفیت کی بنیاد پر نہیں، بلکہ اس کے مقاصد، متوقع نتائج اور ممکنہ دور رس اثرات کے تناظر میں بھی دیکھا جائے۔ فقہِ مآلات اسی طرزِ فکر کو اصولی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ تاہم اس کا درست استعمال اسی وقت ممکن ہے جب نتائج کا جائزہ معتبر معلومات کی بنیاد پر لیا جائے، شرعی و قانونی حدود کی پابندی برقرار رہے اور مصلحت کو حقوق و عدل کے مقابل ایک غیر محدود دلیل نہ بنا دیا جائے۔ اس لحاظ سے فقہِ مآلات معاصر ریاستی فیصلہ سازی کے لیے ایک مفید اصولی منہج فراہم کرتی ہے، جو فوری ضرورت اور پائیدار مصلحت، عملی تدبیر اور شرعی ذمہ داری، اور فیصلہ سازی کے وقت دستیاب معلومات اور بعد کے نتائج کے درمیان توازن قائم کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔

حوالہ جات ومصادر

[1] أحمد الريسوني، نظرية المقاصد عند الإمام الشاطبي، الناشر: الدار العالمية للكتاب الإسلامي، طبع دوم-1412ھ-1992م ص:353

[2] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، تفسیر سورۃ الفتح، آیات 1، 18 اور 27، بیروت: دار طیبۃ، 1999ء

[3] ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج:2، بیروت: دار الجیل، د.ت، 308، 319

[4] ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت: دار صادر، 1414ھ، ج:11، مادہ «أول»، ص:32

[5] ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی، الموافقات، تحقیق: أبو عبیدۃ مشہور بن حسن آل سلمان، ج:5، الخبر: دار ابن عفان، 1997ء، ص:177

[6] ایضا، ص:44

[7] الشاطبي، أبو إسحاق إبراهيم بن موسى. الموافقات. تحقيق أبو عبيدة مشهور بن حسن آل سلمان. الخبر: دار ابن عفان، 1997، ص150

[8] الفتح 48:1

[9] الفتح: 27:48

[10] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی۔ تفسیر القرآن العظیم، طبع دوم۔ ریاض: دار طیبۃ للنشر والتوزیع، 1420ھ/1999ء۔ ج7، ص325

[11] ایضا، ص:320

[12] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصلح، باب کیف یکتب ھذا ما صالح فلان بن فلان، حدیث نمبر 2698

[13] المائدۃ 5:1

[14] United Nations, Department of Political and Peacebuilding Affairs. United Nations Guidance for Effective Mediation. New York: United Nations, 2012.

[15] https://www.un.org/en/about-us/un-charter